ڈاکٹر خلیل طوق اَر
(استنبول۔ترکی)

کلاسیکل ترکی ادب کے لاجواب شاعر ''فضولی''

Abstract: - *Fuzuli: The great poet of classical Turkish Literature who was born and lived in Iraq is one of the greatest and talented poet of the classical Turkish literature. That time was the rule of the safawids and ottoman empire one of the other in Iraq and he composed a number of Qasidas in praise of the Sultan and members of his retinue. Fuzuli's mathnawi of "Laila and Majnum" is a master piece of its kind. This article we tried to give a short account of that great Turkish poet Fuzuli's life, poetry and works.*

فضولی،ترکی زبان کے کلاسیکی ادب کے معروف ترین شعراء میں سے ایک ہیں۔ان کی زندگی سے متعلق معلومات کافی محدود ہیں جن کے مطابق ان کا نام محمد اور والد کا نام سلیمان ہے۔ یہ روایت کہ ان کے والد امجد حلّہ شہر کے صدر الصدور تھے،آج تک اس بات کو شک کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔مختلف مآخذ میں ان کی جائے پیدائش کے بارے میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔عام طور پر یہ مانا جاتا ہے کہ وہ بغداد میں پیدا ہوئے ہیں لیکن بعض تذکروں میں ان کی جائے پیدائش کا نام حلّہ، نجف اور کربلا دیا گیا ہے۔لیکن فضولی خود اپنے ایک شعر میں کہتے ہیں کہ بغداد ان کے لیے ''دیارِ غیر'' ہے، تو ان کے اس بیان سے یہ امر ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا مولد بغداد نہیں کوئی اور شہر ہے۔سلیمان نظیف اپنی تصنیف ''فضولی'' میں ان کی جائے پیدائش حلّہ ہونے پر حلّہ شہر کے ایک شاعر کے اس فارسی قطعے کو ثبوت کے طور پر پیش کرتے ہیں:(۱)

در حلّہ دو شاعر ندا کنون
فضلی پسر و پدر فضولی
عکس اند جمیع کار عالم
فضلی پدر و پسر فضولی

لیکن معروف ترک دانشور عبدالباقی قرہ خان کا کہنا ہے کہ اس قطعے سے مراد یہ نہیں ہے کہ وہ حلّہ میں پیدا ہوئے تھے بلکہ اس سے یہ نتیجہ نکالنا مناسب ہوگا کہ ان کی زندگی کا ایک حصہ اس شہر میں گزرا۔ پروفیسر قرہ خان آگے چل کر کہتے ہیں کہ فضولی نے اپنے فارسی دیوان کے اختتام پر فرمایا ہے:

'' واین نورسدگانِ روزگار ندیده و این یتیمانِ غربت نشنیده که از خاكِ نجف و خلعهٔ کربلا سربرآورده اند و در آب و ہوائے برجِ اولیاء پرورده اند......''

اور مستزاد برین عبارت انھوں نے ایک فارسی نظم کے ٹکڑے میں یوں لکھا ہے:

چون خاكِ کربلا ست فضولی مقامِ من
نظمم بهر کجا که رسد حرمتش رواست
زر نیست سیم نیست گهر نیست لعل نیست
خاکست شعرِ بنده ولی خاكِ کربلا ست

اس لئے ان تمام معلومات سے یہ امر آشکار ہوتا ہے کہ فضولی کا مولد ومنشاء کربلا ہے۔(۲)

ان کی جائے پیدائش کی طرح تاریخ پیدائش کی بابت بھی اختلاف رائے موجود ہے۔ کچھ عرصے قبل تک ان کی ولادت کا سال ۹۰۰ھ بمطابق ۱۴۹۵ء بتایا جاتا تھا لیکن ابراہیم دکوکی نے ان کی یہ عبارت کہ ''میرا مولد ومنشاء عراق ہے'' کی ابجدی حساب سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ فضولی کی تاریخ پیدائش ۸۸۸ھ بمطابق ۱۴۸۳ء ہے۔ان تمام معلومات کے باوجود ان کے ایک شعر کی بناء پر یہ کہنا درست ہوگا کہ وہ ۱۴۸۰ء میں پیدا ہوئے تھے۔(۳)

ان کی تعلیمی زندگی سے متعلق اتنا معلوم ہے کہ انھوں نے اپنی ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی تھی۔ پھر رحمت اللہ نامی استاد کے زیر تعلیم رہے تھے۔ چونکہ ان کا ماحول زیست ایک ایسی زمین تھی جس میں

عربی، ترکی اور فارسی بولی اور سمجھی جاتی تھی لہٰذا اس کا فطری نتیجہ یہ ہوا کہ انھوں نے ان تینوں زبانوں پر اس قدر مکمل عبور حاصل کیا اور وہ ان تینوں زبانوں میں تالیف و تدوین کرنے لگے۔ فضولی کو علم وہ ہنر کا بہت شوق تھا اور ان کے مطابق اگر شاعری ایک مضبوط علمی اور فنی بنیاد پر قائم نہ ہو اور محبت اور خواہشاتِ جوانی کے زیر تاثیر رہے تو ایک نہ ایک دن ضرور زمانے کے جھونکے سے پتوں کی مانند اُڑ کر غائب ہوتی ہے۔ بریں سبب جیسا کہ فضولی اپنی ترکی زبان کے دیوان کے مقدمے میں رقم طراز ہیں:

''میری عمر کا غالب حصہ عقلی و نقلی علوم اور حکمی اور ہندسی معلومات حاصل کرنے میں گزر گیا''(۴)
اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنے زمانے کے مروجہ علوم سے بہرہ ور ہوئے تھے۔

فضولی نے کب اور کس طرح شعر کہنا شروع کیا تھا؟ اور انھوں نے کیا تخلص انتخاب کیا تھا؟

کہا جاتا ہے کہ چونکہ فضولی عربی کے استاد کی صاحبزادی سے پیار کرنے لگے تھے لہٰذا انہوں نے دردِ عشق کی وجہ سے شعر کہنا شروع کیا تھا۔ لیکن یہ روایت کی حقیقت کیا ہے؟ وہ آج تک پردۂ سرّ میں ہے۔ جس طرح سے اور جس سبب سے بھی ہو وہ عنفوانِ شباب میں شعروشاعری سے ہمکنار ہونے لگے اور ان کی لازوال قابلیت اور صلاحیت کی بناء پر ان کی شہرت تیزی سے پھیلنے لگی۔(۵)

جیسا کہ اوپر مذکور ہے ان کا تخلص ''فضولی'' ہے۔ فضولی کے معنی ہیں بیہودہ اور بے حصول کام اور یا وہ گو شخص۔ انھوں نے یہ دلچسپ اور معنی خیز تخلص کیوں انتخاب کیا تھا؟ اس بارے میں وہ اپنے فارسی دیوان کے مقدمے میں لکھتے ہیں:

"حقا که همین احتراز علّت اختیار تخلص واقع شده چرا که در ابتداء و شروع نظم هر چند روز دل برتخلص می نهادم و بعد از مدّتی بواسطهٔ ظهور شریکی تخلص دیگر تغییر می دادم. آخر العمر معلوم شد که یارانی که پیش از من بوده اند تخلصها را بیش از معنی ربوده اند. خیال کردم که اگر تخلص مشترك اختیار نمایم در انتساب نظم بر من حیف رود. اگر مغلوب باشم و برشریك ظلم

شود اگر غالب آیم، بنابر دفع ملا باست التباس "فضولی" تخلص کرد م و از تشویش ستم شریکان پنا بحمایت تخلص بردم. ودانستم که این لقب مقبول طبع کس نخواهد افتاد که بیم شریك او به من تشویشی تواند داد. الحق ابواب آزار شرکت رابدین لقب بر خود بستم وازدغدغهٔ انتقال واختلال رستم(قطعه)

کرد بدنامی مرا از اختلاط خلق دُور
عزلتم شد موجب مشغولئ کسب هنر
منّت ایزد را که شد نیک آنکه بد دانستم
خارِ من گل خاكِ من زر گشت و سنكِ من گهر

مندرجہ بالا عبارت سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ انھوں نے اختلاطِ خلق سے دور رہنے کیلئے اور دیگر شعراء سے آمیزش سے بچنے کی خاطر ''بدنامی'' کو یعنی ''فضولی'' کو تخلص اختیار کیا تھا۔

۹۱۴ھ بمطابق ۱۵۰۸ء میں شاہ ایران اسماعیل صفوی کے بغداد پر قبضے کے دوران فضولی نے اسماعیل صفوی کی مدح میں اپنی اولین تصنیف ''بنگ و بادہ'' کو لکھ کر انھیں کے نام منسوب کیا۔ اس دوران کربلا اور نجف کی زیارت کے سلسلے میں علاقے میں آئے ہوئے صفویوں کے بغداد کے والی ابراہیم خان مصوللو سے ان کی ملاقات ہوئی اور فضولی ان کے ساتھ بغداد چلے گئے۔ اور مذکور شخص کی مدح میں دو قصیدے اور ایک ترجیح بند لکھے۔ ابراہیم خان کا اپنے بھانجے کی طرف سے مقتول ہونے پر فضولی حلّہ واپس آئے۔ حلّہ واپسی کے بعد ۹۴۱ھ بمطابق ۱۵۳۴ء تک انھوں نے کیا کیا اور کس طرح زندگی بسر کی اس کے بارے میں کوئی بھی معلومات کسی بھی ماخذ میں مرقوم نہیں۔ ۱۵۳۴ء میں مشہور عثمانی بادشاہ قانونی سلطان سلیمان کی فتح بغداد کے بعد فضولی نے ان کی شان میں پانچ مدحیہ قصیدے لکھے۔ ان میں سے سب سے معروف قصیدے کے ایک مصرعہ سے اس فتح کی تاریخ بھی نکلتی ہے۔ وہ مصرعہ یوں ہے:

''گیلدی برج اولیایه پادشاه نامدار'' (آئے اولیاءاللہ کے برج میں نامدار

بادشاہ)۔اور اپنے ایک ترکی قصیدے میں سلطان سلیمان کیلئے کہتے ہیں:

مظفر دائما سلطان سلیمان خانِ عادل دل
کہ ہر کیم طابعِ فرمان اولماز نا مسلماندر

(ترجمہ: عادل دل رکھنے والے سلطان سلیمان خاں ہمیشہ مظفر اور فتح یاب ہیں اور جو بھی ان کا فرمانبردار نہیں وہ مسلمان نہیں!)

بادشاہ کے علاوہ صدر اعظم مقبول ابراہیم پاشا، قاضی العسکر عبدالقادر چلبی اور نشانجی جلال زادہ مصطفیٰ چلبی کا نام بھی مختلف قصائد قلمبند کئے۔قانونی بغداد سے واپسی سے قبل فضولی سے وعدہ کیا کہ ان کیلئے اوقاف کے خزینے سے پنشن مقرر کی جائے گی۔لیکن چونکہ یہ پنشن ان کی خواہش کے مطابق نہیں نکلی اس لئے انہوں نے اپنی مشہور اور لافانی تصنیف ''شکایت نامہ'' لکھی۔(۷)

سلطان کے حکم سے ان کے نام پنشن جاری ہونے کے باوجود وہ اپنی زندگی سے خوش نہیں تھے اور لوگوں کی قدر دانی سے کچھ ناراض تھے۔وہ اپنی ایک فارسی بیت میں اس بارے میں فرماتے ہیں:

فضولی از ہمۂ خلق گشتۂ نومید
بلطف شاہ ولایت امید داریم و بس

لیکن فضولی تمام خلق خدا سے امید کاٹنے کے باوجود کسی سے بھی شکوہ و شکایت نہیں کرتے تھے۔ کیونکہ ان کے سر پر آنے والی بلاؤں کی وجہ بس خود اپنی بدقسمتی تھی: (۸)

گرچہ اندوہ و محنتم چو قدر
ہیچ کمدن شکایتم یو قدر
طالعمدر بکا جفا ییتورن
ہر بر آنکدہ بیک بلا گیتورن

(ترجمہ: ہر چند میرے لئے اندوہ و محنت بہت زیادہ موجود ہے لیکن اس کے باوجود مجھے کسی سے بھی شکایت نہیں۔کیونکہ میری قسمت ہے جو میرے ساتھ جفا کرتی ہے اور دم بہ دم میرے سر پر بلائیں لے آتی ہے۔)

فضولی وقتاً فوقتاً تبریز، اناطولیہ اور ہند بھی سفر کرتے رہے اور انھوں نے ان ملکوں کے ادباء اور شعراء سے ملاقات کر کے بعد میں ان سے خط و کتابت بھی جاری رکھی۔ان کے مختلف بیانات سے اس امر کا پتہ چلتا ہے کہ وہ بالخصوص ملکِ روم (اناطولیہ / مملکتِ عثمانیہ) میں شاعروں کو جو عزت و مقام ملتا تھا اس سے ذرا دل برداشتہ ہیں وہ ایک جگہ فرماتے ہیں:

اے ظریفانِ روم شکر کنید
کہ فلک دادہ است کامِ شما
باشما نیست نسبتی مارا
ہست برتر ز ما مقامِ شما
ما غلامانِ ماہ رویانیم
ماہ رویان ہمہ غلامِ شما (۹)

فضولی کو جو مقام ملنا تھا وہ برحسب ان کے دل کی خواہشات کے انھیں نہ ملا اور وہ دل شکستہ ہو کر اس سے شکایت کرتے ہوئے ۹۶۳ھ بمطابق ۱۵۵۶ء میں بغداد اور نواح میں پھیلی ہوئی وبا کی وجہ سے انتقال کر گئے۔متعدد مآخذ میں مرقوم ہے کہ ان کی فوت کی جگہ کربلا ہے۔ان کی اولاد میں سے صرف فضلی چلبی سے متعلق کچھ معلومات پائی جاتی ہیں۔

فضولی ترکی زبان کے برجستہ ترین اور معتبر ترین شاعروں کے سلسلے میں سرفہرست ہیں۔ان کی جوانی میں ان کی شہرت اسلامی دنیا میں پھیلنے لگی تھی۔وہ عربی، فارسی اور ترکی تینوں زبانوں میں کمال کا درجہ رکھتے تھے اور ان کی فارسی شاعری ایران میں اتنی مقبول تھی کہ مشہور ایرانی شاعر صائب تبریزی، فضولی کے

دیوان کو اپنے سرہانے میں رکھا کرتے تھے لیکن وہ ان میں سے بالخصوص ترکی زبان میں اپنی مثال آپ تھے۔ چونکہ وہ عراق کے اس علاقے سے تعلق رکھتے تھے جہاں ترکمان قوم آباد ہے لہٰذا ظاہر ہے کہ ان کی زبان میں ترکی کے ترکمانی۔ آذری لہجوں کے اثرات پائے جاتے ہیں۔ تاہم انھوں نے ترکی کے عثمانی لہجے میں بھی شاعری کی تھی۔ فضولی اپنی مادری زبان ترکی کی باریکیوں سے بخوبی واقف تھے اور ان کی ترکی شاعری اس امر کا مبینہ ثبوت ہے۔

فضولی کے ہاں شعروسخن کی بڑی اہمیت ہے بلکہ شعروشاعری دنیا کی سب سے قیمتی متاع ہے۔ شعر کچھ ایسا ہے جیسے انسان کے جسم میں جان اور زندہ رہنے کیلئے سخن گوئی کرنا چاہئے۔ جیسا کہ وہ اپنی تصنیف 'تحفت جام'' میں کہتے ہیں۔

مشو غافل از نطق حکمت بیان
کہ در جسم انسان جز او نیست جان
چنین است ظاہر بر ارباب ہوش
کہ زندہ است گویا و مردہ خموش
نمی ماند از ہیچکس غیر نام
سخن گوی تا زندہ باشی مدام
ولی آن سخن گوی کانجام کار
نباشی ز تکرار آن شرمسار (۱۰)

ان کا کہنا ہے کہ جہان میں شعروشاعری ساقی کی مانند ہے اور صرف سخن دنیا میں باقی رہتا ہے اور اس کے سوا جو بھی ہے وہ بھی بقا ہے:

می ذوق و سرور باقی را
جز سخن نیست در جہان ساقی

سخن نیست در بقای سخن
اوست باقی و بی بقا باقی (۱۱)

عام طور پر ترکی زبان کا کلاسیکی ادب جو ترکی میں ''دیوان ادبیاتی'' (دیوانی ادب یا دیوان سے متعلق ادب) کہلاتا ہے، ناقابل فہم وادراک، صناعاتِ لفظی اور معنوی میں الجھے ہوئے، مبہم اور غیر ضروری مبالغہ سے لبریز اور بول چال کی زبان سے کوسوں دور ہونے کے الزام میں بالخصوص جدید ترکی ادب کے حامیوں کے مرکز تنقید میں رہا ہے۔ ہرچند خاص کر کے یہ الزامات بعض کم مایہ شعراء کے حق میں درست بھی ہوں لیکن کلاسیکی ترکی ادب کے بڑے بڑے شاعروں کیلئے یہ غیر صحیح ہیں اور ان بڑے شاعروں میں سے ایک فضولی ہیں۔ پروفیسر عبدالقادر قرہ خان کا کہنا ہے کہ فضولی، شاعری کی زبان کی حیثیت سے ترکی میں دست رسا رکھتے تھے۔ انھوں نے دیوان ادب کی مروجہ روایات کے اندر رہتے ہوئے بھی شاعری کو حشو اور غیر ضروری الفاظ سے مبرئی کر کے اس کے صاف، شفاف اور قابل فہم ہونے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ انھوں نے اپنے دیوان کے دیباچے میں کہا ہے:

مضمونی ذوق بخش و سریع الحصول اولہ
آندن نہ سود کہ مبہم عبارتی (۱۲)

(ترجمہ: شعر کا مضمون ذوق بخش یعنی لطف اندوز ہو اور اس کا مطلب آسانی سے سمجھ میں آجائے۔ جس شعر کی عبارت مبہم ہو اس سے کیا فائدہ؟)

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ سہل نگاری کے حامی تھے۔ انھوں نے اپنے قصائد میں جو بھاری بھرکم الفاظ اور پرتکلف زبان استعمال کی ہے اسے ان کی غزلوں میں دیکھنا ممکن نہیں۔ ان کی غزلوں کی اور مثنوئ لیلیٰ اور مجنوں کی زبان سادہ، سہل فہم، فطری اور غیر ساختہ ہے۔ وہ اسی سادگی میں زبان کو فنکارانہ انداز میں بروئے کار لائے ہیں اور تکرارِ الفاظ اور صوتی بازیوں سے بخوبی فائدہ اٹھایا ہے۔ انھوں نے عثمانی شاعری کی بلاغت کی روایت جو ایک ضروری اور بھاری کلفت کی طرح سمجھی جاتی تھی کو لے کر حقیقتاً شعری فطرت

نگاری کے دائرے میں شامل کیا ہے۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو ترکی شاعری ان کے ہاتھوں موضوع، ہیئت اور صوتی حسن کی ہم آہنگی میں بے مثال مقام پر پہنچ گئی ہے۔

بے شک وشبہ فضولی کے فن کا اصل مظہر ان کی غزلیں ہیں۔ یہ کہنا بہت ممکن ہے کہ شاعر پند ونصیحت کے اسلوب اپنائے بغیر اپنی عالمانہ شخصیت اپنے قصائد میں اور عاشقانہ شخصیت اپنی غزلوں میں پیش کرتے ہیں۔ (۱۳)

پروفیسر قرہ خان کا اوپر میں مذکور بیان دیکھ کر یہ کہا جا سکتا ہے کہ فضولی کلاسیکی ترکی ادب کے لئے جو اہمیت رکھتے تھے وہ اہمیت اردو ادب میں غالب دہلوی کو حاصل ہے۔ پروفیسر قرہ خان آگے چل کر فضولی کے بارے میں لکھتے ہیں:

""فضولی کی شاعری کی سادگی اور سہل فہمی کی وجہ یہ ہے کہ ان کے شعروں کا مطلب پہلی نظر میں سمجھ آجاتا ہے۔ لیکن اس لحاظ سے ان کے اشعار کبھی کبھار ""سہل ممتنع"" کی حیثیت بھی اختیار کر جاتے ہیں۔ ان کی شاعری میں پیچ در پیچ مطالب کا ایک نظام موجود ہے اور یہ نظام یعنی شعر کے پس پردہ ظہور پذیر تہذیب اپنے آپ کو ایک طبقاتی انداز میں اجاگر کر دیتی ہے۔ اس طرح سے وہ ایک مشخص ہستی سے کہانی شروع کر کے پہلے فطرت، بعد از آن بعض اوقات سماجی زندگی کی تصویر کشی اور علمی معلومات، لیکن ہمیشہ عشق اور تصوف قدم بہ قدم موضوع کو قاری کے سامنے پیش کر دیتے ہیں۔ اسی لئے فضولی بعد کی صدیوں میں رونما ہونے والا اسلوب ""سبک ہندی"" کے اولین پیغمبر ہیں۔"" (۱۴)

فضولی طبیعتاً حساس، نرم دل اور عاشق مزاج ہستی تھے۔ ظاہر ہے کہ یہ خصوصیاتِ محسنہ اگر ایک باصلاحیت وقابلیت شاعر میں مجتمع ہو جائیں تو اس کے کلام کی دلکشی اور خوبصورتی لافانی ہو جاتی ہے۔ فضولی بھی ان کم نظیر شعراء میں سے ایک تھے۔ اپنے ہم عصر شعراء کی طرح فضولی کے کلام کا بھی سب سے اہم موضوع عشق ومحبت ہے۔ لیکن ان کے ہاں عشق دوسرے عام شاعروں کی طرح بس شعر کا ایک لازمی موضوع ہو کر نہیں رہا ہے، بالعکس فضولی کی شاعری میں عشق کی گرمی اور جذبات کی کثرت سے یوں محسوس ہوتا ہے کہ انھوں نے

اپنی زندگی کے تجربات کو اپنی شاعری میں استعمال کیا تھا۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو یہ کہنا درست ہوگا کہ ان کی عاشقی جیتی جاگتی حسینہ سے کی جانے والی دنیوی قسم کی ہے۔ ہر چند ان کے کلام میں عشق الٰہی کے اثرات جا بجا ملتے ہیں لیکن چونکہ ان کو سلسلۂ طریقت اور پیری ومرشدی سے کوئی بلاواسطہ رابطہ نہ تھا لہٰذا یہ اثرات صوفی شاعروں کی نسبت کم ہیں۔

فضولی سچے عاشق ہیں۔ عشق کی آتش سوزاں میں جلے ہیں اور جلتے جلتے وہ اس حالتِ زار سے صد مرتبہ پچھتا رہے ہیں۔ لیکن یہ غلطی دوسروں کی نہیں بذات خود شاعر کی اپنی غلطی ہے۔

عشقه صالدم بن بنی پند آلمیوب بر دو ستدن
هیچ دشمن ایلمز آنی که ایتدم بن بکا (۱۵)

(ترجمہ: میں نے اپنے آپ کو بلائے عشق میں ڈال دیا اور کسی بھی دوست کی بات نہیں مانی۔ یہ ایک ایسا کام ہے کہ کوئی دشمن اپنے دشمن کے ساتھ نہیں کرتا۔)

فضولی کا کہنا ہے کہ وہ اپنے زمانے کے برجستہ عالم اور دانشوروں میں سے ایک تھے۔ اور لوگوں سے پند ونصیحت کرتے رہتے تھے کہ بلائے عشق میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ پر اب وہ بلائے عشق میں گرفتار ہیں اور لوگ اان ہی کے الفاظ سے ان سے نصیحت کرتے ہیں۔

دوشدم بلای عشقه خردمندِ عصر ایکن
ایل شمدی بندن آلدیغی پندی بکا ویرور (۱۶)

(ترجمہ: جبکہ میں خردمندِ عصر تھا پھر بھی بلائے عشق میں پڑ گیا اور لوگ جو نصیحت مجھ سے سنتے تھے اب وہی نصیحت مجھے سنانے لگے ہیں۔)

لیکن پھر بھی عشق اور دلبر ایک ایسی نعمت ہے جو جہان کی تمام نعمتوں سے بڑھ کر لذیذ اور مزہ دار ہے۔

ای فضولی عالمک گوردم قمو نعمتلرین
هیچ نعمت گورمدم دیدار دلبر تک لذیذ (۱۷)

(ترجمہ: اے فضولی، میں نے عالم کی تمام نعمتوں کو دیکھا لیکن دلبر کے دیدار جیسی لذیذ شے نہیں دیکھی۔)

عاشقوں کے لئے دیدار معشوق کی حیثیت جنت سے کچھ کم نہیں ہے بلکہ بہشت سے بھی بڑھ کر ہے اور جو کوئی جنت کی خاطر دیدار یار سے دور ہونے کی نصیحت دیتا ہے وہ بے شک جاہل ہے۔

جنت ایجون منع ایدن عاشقلری دیدار دن
بیلمامش کیم جنتی عاشقلرك دیدار اولور (۱۸)

(ترجمہ: جو کوئی جنت کے واسطے عاشقوں کو دیدار یار سے منع کرتا ہے وہ یہ راز نہیں جانتا کہ عاشقوں کے لئے بہشت محض معشوق کا چہرہ ہے۔)

فضولی کی عاشقی ایسی جان لیوا اور پُرسوز ہے کہ وہ اس کے سلسلے میں دیگر مشہور عاشقوں سے بھی آگے کہیں آگے نکل چکے ہیں اور ان عاشقوں کی آتش فضولی کی آتش عشق کی چنگاریاں ہیں۔

دیرلر که وار وامق و مجنون عجب دگل
داغلمش اوله آتش عشقم شراره سی (۱۹)

(ترجمہ: کہتے ہیں کہ دنیا میں وامق اور مجنون جیسے عاشق ہیں تو اس میں کوئی عجب نہیں کیونکہ میری آتش عشق کی چنگاریاں اِدھر اُدھر پھیلی ہوں گی اور دونوں نے میری آتش عشق کی چنگاریاں لے کر اپنی آتشِ عشق جلائی رکھی ہوگی۔)

فضولی اس عشق میں اس قدر مصمم ہیں کہ جب تک تن میں جاں ہے تب تک وہ اس عاشق کی راہ میں چلتے رہیں گے۔

ای فضولی چیقسه جان چیقمم طریق عشقدن
رهگذار اہل عشق او زره قیلک مدفن بکا (۲۰)

(ترجمہ: اے فضولی! جب تک میری جان تن میں رہے گی تب تک میں عشق کی راہ سے باہر نہیں نکلوں گا۔ اور جب میں مروں گا تو میرا مدفن اس راستے میں بنائیں جس کے اوپر سے اہلِ عشق گزرتے ہیں۔)

اسی طرح اور بھی موضوعات فضولی کے کلام میں پائے جاتے ہیں لیکن جیسا کہ اوپر مذکور ہے ان کا اصل موضوع عشق و محبت ہے۔

فضولی کی تصانیف و تراجم

فضولی کی ترکی، فارسی اور عربی تینوں زبانوں میں منظوم اور منثور تصانیف موجود ہیں۔ ان کی فہرست کچھ یوں ہے۔(۲۱)

ترکی تصانیف

۱۔ دیوان ترکی: فضولی کا دیوانِ ترکی، ایک منثور مقدمہ، دو توحیدیں، نو نعتیں، ستائیس قصائد، تین سو دو غزلیں، مسماط، قطعات اور رباعیات پر مشتمل ہے۔ اس دیوان کی پہلی اشاعت ۱۲۴۴ھ میں تبریز میں ہوئی اور اس کے بعد باکو، حیوہ، قاہرہ، استنبول اور انقرہ میں پچاس سے زائد دفعہ یہ دیوان شائع ہوگیا۔

۲۔ مثنوی لیلیٰ و مجنون: فضولی کی شہرت کا اصل مدار اسی مثنوی پر منحصر ہے۔ لیلیٰ اور مجنون کی عاشقیہ داستان عربی، فارسی، ترکی اور اردو جیسی مختلف زبانوں کی کلاسیکی ادبیات کا مشترکہ موضوع ہے۔ فضولی کی یہ مثنوی اس سلسلے کی سب سے عمدہ اور حسین مثنویوں میں سے ایک ہے۔ اس مثنوی کی بہت ساری اشاعت ہوئی ہیں اور اس کا ترجمہ انگریزی، جرمنی اور ہسپانیوی زبانوں میں بھی ہوا ہے۔

۳۔ **مثنوی بنگ وبادہ:** اس مثنوی کا موضوع افیوم اور شراب کی قیاس اور شراب کی برتری کا بیان ہے۔ چارسوچالیس بیتوں کی یہ مثنوی فضولی کی اس قسم کی پہلی تصنیف ہے۔ بعض محققوں کا کہنا ہے کہ اس مثنوی میں شاہِ ایران اسماعیل صفوی اور عثمانی بادشاہ بایزید ثانی کی جنگ علامتی انداز میں پیش کی گئی ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ یہ مثنوی شاہ اسماعیل اور آق قویونلو بادشاہ مشعشائی کی لڑائی سے متعلق ہے۔

۴۔ **حدیثِ اربعین ترجمہ سی:** یہ تصنیف فارسی کے مشہور ادیب اور شاعر ملا جامی کی کتاب "حدیث اربعین" کا ترجمہ ہے۔ فضولی نے یہ ترجمہ کرتے ہوئے مشہور شاعر علی شیر نوائی کے ترجمہ "چہل حدیث" سے بھی فائدہ اُٹھایا تھا۔ اس ترجمے میں منثور مقدمہ ہے اور احادیث کے تراجم قطعات کی صورت میں دیئے گئے ہیں۔

۵۔ **صحبت السمار:** دوسو بیتوں پر مشتمل اس مثنوی میں ایک باغ کے پھلوں کی آپس میں گفتگو، بحث و مباحثہ اور اپنی اپنی مدح گوئیاں مرقوم ہیں۔ لیکن یہ مثنوی فضولی کی ہے یا نہیں اس امر پر شک ہے۔

۶۔ **حدیقۃ السعداء:** اس نثری تصنیف کا موضوع کربلا میں حضرت حسینؓ کی شہادت ہے۔ یہ تصنیف بالخصوص اہل شیعہ میں بہت مرغوب رہی ہے اور استنبول اور مصر میں اس کے مختلف ایڈیشنز شائع ہوئے ہیں۔

۷۔ **مکاتیب:** آج تک فضولی کے پانچ خطوط شائع ہوگئے ہیں جن میں سے سب سے مشہور "شکایت نامہ" کے نام سے معروف خط ہے جو کہ نشانجی جلال زادہ مصطفےٰ چلبی کی خدمت میں لکھا گیا تھا۔

فارسی تصانیف:

۱۔ **دیوانِ فارسی:** یہ دیوان تین مناجات، ایک نعت، چالیس قصائد، چارسودس غزلیں، ایک ترکیب بند، دومسمط، چھیالیس قطعات اور ایک سو چھ رباعیات پر مشتمل ہے۔ یہ دیوان فضولی کے ترکی

دیوان کی بنسبت زیادہ ضخیم ہے۔ پروفیسر علی نہاد تارلان نے اس کا ترکی میں ترجمہ بھی کیا ہے۔

۲۔ **ہفت جام:** یہ تصنیف "ساقی نامہ" کے عنوان سے بھی معروف ہے۔ تین سو ستائیس بیتوں پر مشتمل اس مثنوی میں ایک منظوم مقدمہ اور سات ابواب موجود ہیں۔ مثنوی کا موضوع نے، دف، چنگ، عود جیسے سازوں کی مناظرات ہے۔

۳۔ **انیس القلب:** ایک سو چونتیس اشعار کا قصیدہ ہے۔ دراصل یہ قصیدہ مشہور ایرانی شاعر خاقانی شیروزنی کے قصیدہ "بحرالابرار" پر تضمین ہے۔

۴۔ **رسالۂ معمیات:** اس تصنیف میں فضولی کے ایک سو نوے فارسی معمے مندرج ہیں۔

۵۔ **رندوزاہد:** ایک تصوفی منثور اثر ہے جس میں ایک زاہد باپ اور اس کے رند بیٹے کا مناظرہ پیش کیا گیا ہے۔ یہ تصنیف طہران (۱۲۷۵ھ) اور انقرہ (۱۹۵۶ء) میں شائع ہوگئی ہے۔

۶۔ **حسن وعشق:** اس تصوفی تصنیف کا موضوع درویش کی سیر وسلوک کے مراحل اور فنافی اللہ مقام تک پہنچنے کے لئے الزم افعال کا بیان ہے۔ چونکہ اس تصنیف کے کردار حسن اور عشق کے علاوہ روح، لہو، صفرا، بلغم، سودا، مزاج، صحت، دماغ، مرض اور پرہیز جیسے صحت سے متعلق عناصر ہیں لہٰذا اس کو ''صحت ومرض'' اور ''روحنامہ'' کے نام سے پکارنے والے بھی ہیں۔ اس تصنیف کے متعدد ایڈیشن چھاپے ہیں اور مختلف اشخاص کی طرف سے ترکی میں اس کا ترجمہ بھی کیا جاچکا ہے۔

عربی تصانیف

۱۔ **دیوانِ عربی:** فضولی کے عربی دیوان میں حضور پاک ﷺ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے گیارہ قصائد اور ایک خاتمہ موجود ہے۔ محققوں کی رائے ہے کہ یہ دیوان ان کے اصل دیوان کا صرف ایک ٹکڑا ہے جو بعد میں غائب ہوگیا تھا۔

۲۔ **مطلع الاعتقاد فی معرفۃ المبداء ومعاد:** اس نثری تصنیف کا موضوع یہ ہے کہ انسان حصول حکمت اور

معرفت کے ہی ذریعے حق تعالیٰ تک وصول یاب ہوسکتا ہے اور اسرارِ کائنات، ابتدا اور اختتام کے بارے میں کچھ جان سکتا ہے۔ یہ تصنیف ۱۹۵۸ء میں باکو۔آذربائیجان اور ۱۹۶۲ء میں انقرہ۔ترکی میں شائع ہوئی ہے۔

حوالہ جات:

1- Abdulkadir Karahan, Fuzuli-Muhiti, Hayati ve Sashsiyeti, Ankara 1989.p. 69.
2- Ibid, pp. 71-72.
3- Abdul kadir Karahan, Fuzuli, Turkiye Diyanet Vakfi Islam Ansiklopedisi (DIA), volume XIII, p. 241.
4- Ibid.
5- Fuzuli-Muhiti, Hayati ve Sahsiyeti, p.76.
6- Ibid, p. 74.
7- Fuzuli Muhiti, Hayati ve Sahsiyeti, p.79-108.
8- Ibid, p. 91.
9- Fuzuli Muhiti, Hayati ve Sahsiyeti, p. 87.
10- Ibid, p. 160.
11- Ibid, p. 161.
12- Fuzuli (DIA), p. 242.
13- Ibid, p. 242.
14- Ibid, p. 242.
15- Hamide Demirel, The Poet Fuzuli, Ankara 1991, p.192.
16- Ibid, p. 193.
17- Ibid, p. 195.
18- Ibid, p. 196.
19- Ibid, p. 199.
20- Ibid, p. 201.
21- Fuzuli, (DIA), pp. 244, 246, Hamide Demirel, The Poet Fuzuli, pp. 111-158.

☆☆☆